

پندرہ روزہ

۲۴ جمادی الثانی ۱۳۸۶ھ
مطابق ۱۰ اکتوبر ۱۹۶۶ء

تعمیر حیات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

انصاریہ سید محمد حسینی
معاون سید الہامی ندوی

Regd No. L - 1981

Phone No. 22948

TAMBEER-E-HAYAT

(FORTNIGHTLY)
DARULULOOM N ADWATULULAMA LUCKNOW (INDIA)

دارالعلوم ندوۃ العلماء کا تیسرا کردہ نصاب

قصص نبوی

از: مولانا ابوالحسن علی ندوی
اس کتاب میں ایک برف زمان کی تعمیر کے بعد رسول اور ماہرین تعلیم نے انسانی حیات کے تجربات کا اسٹج لیا اور کہا گیا ہے کہ یہ کتاب عربی زبان کی تعمیر کا بہترین اور سب سے زیادہ قیمتی ہے، دوسری طرف انبیاء علیہم السلام کے واقعات اور قصوں کو اس سے بہتر اسلوب میں پیش کیا گیا ہے کہ اس کے زیادتی احوال خود جو طلباء کے ذہن میں نشوونما دیتے ہیں، اس سے کہہ سکتے ہیں کہ یہ کتاب کی قدر کی گمانوں سے دیکھا گیا ہے!
قیمت: حصہ اول ۵۰ روپے، حصہ دوم ۴۵ روپے، حصہ سوم ۶۰ روپے

تخلیقات لیسٹریٹ

از: مولانا ابوالحسن علی ندوی
اس کتاب میں اسلامی تاریخ، نامور اسلامی شخصیتوں، ہندوستان کی اسلامی تاریخ اور اس کی نامور شخصیتوں کے حقائق اسباق، اسکا اور ہندوستان کی تاریخ کا مفصلہ، مشہور عربی و ہندوستانی ادب کا تعارف، لغات، معارف اور شہری مسائل کے آگے ہیں، ان کی کوشش کی گئی ہے کہ کوئی سبق عربی معنی سے غالی نہ ہو اور کسی ایسے تجربے یا حقیقت کی طرف رہبری کرنا ہو، بلکہ عربی ہی بڑی تعداد سے اس کو داخل نصاب کیا ہے۔
قیمت: حصہ اول ۶۰ روپے، حصہ دوم ۶۰ روپے، حصہ سوم ۶۰ روپے

مختارات

از: مولانا ابوالحسن علی ندوی
یہ کتاب عربی کی مترجم اور اعلیٰ دونوں جہاتوں کے نصاب میں داخل کر کے لائق ہے ان خصوصیات کے لئے اس وقت تک ادب عربی کی کوئی کتاب اس کا بدل نہیں پاسکتی دوسری کتابوں کا نام بدل ہے، بلکہ اس میں عربی بڑی تعداد کے علاوہ کتب عربیہ کتب کلتیہ پنجاب اور مدراں ریونیورسٹیوں اور بہت سے کالجوں میں داخل نصاب ہے، مشام کے کالجوں میں بھی داخل نصاب ہے۔
قیمت: حصہ اول ۵۰ روپے، حصہ دوم ۵۰ روپے

مذہب و ادب

از: مولانا ابوالحسن علی ندوی
اس کتاب میں مشفق نے ان جہات کے لوگوں کا انتخاب کیا ہے جو ان کے عقائد اور عقول پر دست کیے ساتھ ہی عقلی تربیت کا کام بھی دے سکتے ہیں اور اس کی بنیاد پر اس کے لئے مسلمان ثابت ہو سکتے ہیں، بہت ہی نایاب اسکا اور سند و صاحب ہذا اسکا پر عقول کی نشوونما کے لئے عربی زبان اور عربی بہترین ماہرین کی کتاب ہے، نیز عربی کے ساتھ شہرہ اور عقول پر بھی شامل ہے، بلکہ اس میں عربی بڑی تعداد سے داخل نصاب کیا ہے۔
قیمت: ۶۰ روپے

جامع ازہر مہر موم

(سیتہ محمد الحسنی)

ہندوستان میں زیر تعلیم مصری طلبہ کی تنظیم کی طرف سے ایک بیانیہ منظرہ اور دو اخبارات پر تاج، قومی آواز اور اجمیتہ میں شائع ہوا ہے، جس میں انخوان المسلمین کے مسئلہ میں حکومت مصر کی پالیسی کی تمجید و کثرت کی گئی ہے اور اس کی اسلام نوازی کے دلائل پیش کیے گئے ہیں۔ اول الذکر دو اخباروں میں اس بیان کی اشاعت کچھ زیادہ تعجب خیز تھی، لیکن اجمیتہ جیسے اخبار میں جس کا نام آتے ہی حضرت سید العبد اور حضرت مہدی علیہ السلام کے جنازہ کا زمانہ اور ان کی عزت و توقعات کی وہ تازہ کارنگ لکھنے کے ساتھ آجاتی ہے جس کا پہلے اب تک جوگ کھارہے ہیں اسکا اشاعت سے ان تمام لوگوں کو تکلیف ہوگی جن کے دل میں اسلامی غیرت و حیت احساس ذمہ داری اور اسلام سمجھانے کی محبت کا ایک ذرہ بھی موجود ہے اور جو اجمیتہ اور اجمیتہ دونوں کو اس پست اور ذلیل سطح سے بہت بلند و بالا دیکھنا چاہتے ہیں۔

مصری طلبہ کے بیان میں جو باتیں کہی گئی ہیں ایک باخبر باشندہ اور صاحب منہر انسان کے لئے اس میں کوئی مواد نہیں البتہ اس میں بہت سی ایسی باتوں کو چھین دیا گیا ہے جس کو ضرر صاف ہو جانا چاہیے تھا اور شاید اب اس کا مناسب وقت آ گیا ہے۔

(۱) سب سے پہلی بات جس پر سب زور دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ مصری حکومت دین اسلام کی تعلیمات کو پھیلانے میں سب سے آگے ہے اور وہ اسلام کی گرانقدر خدمات انجام دے رہی ہے۔

لیکن کیا ہم سوال کر سکتے ہیں کہ دین کی خدمت اور اسلام کی اشاعت سے کیا مراد ہے؟ کیا سیاست و معاشرت، ثقافت، تعلیم اور زندگی کے تمام شعبوں کو اسلامی تعلیمات سے آزاد ہے نیا ذکر کے اور اسلام کو گھروں، بازاروں، چوہ خانوں، کلبوں، اسکولوں اور یونیورسٹیوں سے بے دخل کر کے صرف مسجد کے حلق میں یا کتب خانہ کی کسی الماری میں سنبھال سنبھال کر رکھنا اور اس کے بعد بھی کسی انجامے خوف سے اس کا برابر نگرانی کرتے رہنا دین کی خدمت اور اسلام کی اشاعت ہے؟

کیا تہ آن کی طرف دعوت دینے والوں اور اسلام کو پوری زندگی میں نافذ کرنے والوں کی زبانیں کاٹ کر اور ان کے سر تسلیم کر کے قرآن مجید کے دیکھا کر و تفسیر کرنا اور اس کے ساتھ خوبصورت عیش گاہیں بھی (جس کو مصر میں گنڈو کہتے ہیں) تعمیر کرنا قرآن کی اشاعت اور دین اسلام کی خدمت ہے؟

کیا اپنے ملک میں ہر آواز کو دبا کر اور ہر اس رسالہ، اخبار یا کتاب کو جلا کر جس میں غلطی کوئی سچی بات کہی گئی ہو اور ضمیر فروش، جبار لوٹیوں کو خواہنے والوں کی طرف سے مدد گئے کی آزادی دے کر اور نماز روزہ تک کا مذاق اڑانے کی اور فحش فحش تصویریا اور عینی بے راہ روی کی بے جا پانہ پھیلنے و اشاعت کی اجازت دیکر دنیا کے فتنان ملکوں میں یہ علماء بھیج دینا اور قاہرہ ٹی وی سے قرآن مجید کی بار بار تلاوت اسلام کی خدمت ہے؟

انہوں کو مصر میں السدی بن السدیات والوطن للصبم (یعنی دین خدا کا ہے اور ملک ہمارا ہے) پر عمل ہوا ہے، مذہب کو طاس پرائیوٹ ممالک سے دینے کے بعد دراصل

پندرہ روزہ

تعمیر حیات

لکھنؤ

شعبہ تعمیر و ترقی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

چند ممالک غیر سے (بحری ڈاک) ۱۳ روپے

جلد ۳ ۱۰ اکتوبر ۱۹۶۶ء مطابق ۲۴ جمادی الثانی ۱۳۸۶ء شماره ۲۲

اسے شمار مینے

۱	اداریہ	ایڈیٹر	۱-۲
۲	عرب صاحب	مولانا سید ابوالحسن علی ندوی	۳-۴-۵
۳	ایک قابل توجہ مسئلہ	سید فضل الرحمن علی ندوی	۶
۴	اسلام کا قانون وراثت	شمس الحق ندوی	۷
۵	قرآن کا علم اخلاق	محمد یونس نگرانی ندوی	۸
۶	الہی توجہ	نضر الدین خیالی	۹
۷	شہادت زار نیل	حبیب الحق ندوی	۱۰
۸	انخوان اور مصری حکومت	نہیم صدیقی ندوی	۱۱
۹	کاروان نمود	ابوالاسرار ریزی ٹاڈی	۱۲
۱۰	السداد حسبہ ائم	محمد بارون رشید صدیقی	۱۳
۱۱	السعداء بر اسر	محمد جامع صاحب ندوی	۱۴
۱۲	خطرناک انداز فکر	حبیب الرحمن ندوی	۱۵
۱۳	سائنس کی دنیا	سید منیا اکسن ندوی	۱۶

سید محمد الحسنی پر نظر پلشر و ایڈیٹر نے "شاہی برقی پریس لکھنؤ میں چھپوا کر دفتر تعمیر حیات شعبہ تعمیر و ترقی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا۔"

یہ تاریخ نکل گئی ہے جو سامنے آ رہے ہیں۔
آج مذہب کی جگہ مگر میں صرف دو ہیں، مسجد یا میل
لیکن یاد رکھئے کہ تیل میں وہ مسجد سے کہیں زیادہ آزاد ہے
اور تختہ دار پاس سے بھی زیادہ آزاد۔

ملا جو جسہ میں ہے سجدہ کی اجازت
نادان یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد
اگر اسلام کو ملائی مسجد یا جیل کی سلاخوں کے اندر محسوس
کر کے سنی ترقی اور معاشرتی خوشحالی کی پریشانی جس کی حقیقت
ہم کو معلوم ہے) کی اجازت دیدی گئی ہے اور اگر بالفرض
آج کے زمانے کو دور وئی مل جاتی ہے تو یہ اسلام کی خدمت
نہیں، بلکہ اپنی نفاذ ہوتی، اگر مشہا سے پرہیز ہے تو

امریکہ سے تم سے لاکھ مرتبہ بہتر اور افضل ہے جو اہل ایمان کیساتھ
چار روٹی کھاتا ہے اور تم کو وہ خیرات میں دیدیتا ہے
آج مگر میں پر علمی میٹ پر گفتگو ہو سکتی ہے، فقہ
کے مسائل پر بحث و مناظرہ کی توجہ آزاد ہے، نماز کے
فضائل اور روزہ کے اسرار پر طبع آزمائی اور سخن پوری
قابل قبول ہے جو صورتہ عجب الناصح للفقہ
الاسلامی کی فہم جلدیں بھی تیار کی جا رہی ہیں لیکن
ان سب کے لئے واضح حدود مقرر نہیں اور وہ حدود یہ
ہیں کہ اس میں کسی نصب العین، کسی بلند مقصد کی دعوت،
کسی حق کی سائت، کسی ظلم پر استیجاب اور حکومت کی
پیدا کردہ حسرتوں پر کوئی ادنیٰ تھیذ نہ ہو،

دوس کے مفتی ضیاء الدین بابا خاں جہاںگیر نے کہا ہے کہ
تو انہوں نے ایک وقت پر اس کا اظہار کیا کہ بخار میں
مسلمان رسلے بھی نکال سکتے ہیں اور اپنے بچوں کو مذہبی
تعلیم بھی دے سکتے ہیں علماء مسجد میں وعظ بھی کر سکتے ہیں
جب واقعہ السور نے مزید وضاحت چاہی اور یہ پوچھا کہ
ان رسالوں یا موضوعات میں متین ہیں یا اس کی
کوئی قید نہیں ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں حکومت
کی طرف سے شرط ہے کہ سالہ میں صرف نماز روزہ کے مسائل
بیان ہو سکتے ہیں مثلاً انظار کے اوقات یا سمری کے احکام
وغیرہ اور علماء وعظ بھی اس کے علاوہ کسی موضوع پر
نہیں کر سکتے، مگر میں بھی یہی صورت حال ہے اس
نے اس پر اتنا اضافہ اور کیا ہے کہ اب ان تمام مسائل کو
اشتراکی رنگ میں پیش کیا جا رہا ہے اور ان کو اشتراکیت
اور شمولیت کی تینے کا ایک ذریعہ بنایا گیا ہے، چنانچہ اب
وہاں سے دو قسم کے رسالے نکلنے لگے ہیں یا تو وہ دینی رسالے
ہیں جن پر حکومت کی نظر خیریت ہے، ان میں اب زیادہ
تعمیر ضامن شائع ہوتے ہیں، حضرت عمر سب سے پہلے
سوشلسٹ تھے اور سوشلزم کی بنیاد و اسل انہوں نے

رکھی، حضرت ابو ذر نے اشتراکیت کے حدود اور پورے
کئے وغیرہ وغیرہ، یا ایک آدھ انہماقی سموی قسم کے
پر ہے جو صرف حضرت عبدالعزیز کے قصے اور کچھ شعائر
وغیرہ شائع کرتے ہیں اور برائے بیت نکلنے میں اور
زندگی و معاشرہ سے کوئی سروکار نہیں رکھتے۔

(۲) دوسری بات اس بیان میں یہ کہی گئی ہے کہ
اخوان المسلمین نے حکومت کا تختہ الٹنے، صدر ناہر کو
قتل کرنے کی سازش کی تھی اور اسلام کو ناجائز طور پر
استعمال کیا تھا۔ چہ دلاور است ذر سے کہ بیک چرائے
دارد، اس مسئلہ میں ہمارا موقف ایک سوال ہے اور اس
سوال کا جواب بہت ضروری ہے۔

اس سازش کی جو تفصیلاً اس بیان اور دوسرے ممبر
اخباروں میں بیان کی گئی ہیں، اول تو وہ خود اس درجہ
بچکانہ اور شگفتہ خیز ہیں کہ کوئی مسجد آبادی اس پر یقین
نہیں کر سکتا، اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے
کہ سازش کی گئی تو یہ بات کون باور کر سکتا ہے کہ قیظ
(جن کو ساری سازش کا دماغ اور رہنما کہا جاتا ہے) یہ
کام سوچا گیا کہ وہ صدر ناہر کو اسکندریہ لے جایا
تھیں میں خود جا کر بم لگائیں، اس کے لئے اس پورے تنظیم
میں کوئی انہیں اور نوجوان نہ مل سکا، پھر منہ بیکو دیکھتے
تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید وہ پورے قاہرہ کو صفحہ ہستی
سے مٹا دینا چاہتے تھے، پر درگاہ یہ تھا کہ فیکریوں کی جگہ لگ
ریلوے لائنوں، جوائی اڈہ، ریڈیو اسٹیشن، محکمہ ٹیلیفون
پولیس اسٹیشنوں، اور صرف اسی پر نہیں بلکہ تمام سنی
گھروں، تحریروں اور ہتھیاروں میں آگ لگا دی جائے
اور بیرون ملک کے تمام اہم سفیروں اور تمام مشہور علمی
اداکاروں کو قتل کر دیا جائے۔

دوسری بات یہ کہ اگر یہ... آئی بڑی سازش تھی جس کی
اس بیان کے مطابق تین مرحلوں میں ٹریننگ مکمل ہوئی
تھی اور جس میں اسلحہ اور گولہ بارود کا اتنا بڑا ذخیرہ
فرام کیا گیا تھا جو پورے قاہرہ کو اڑانے کے لئے کافی تھا
اور اس کے پورے دلائل و ثبوت حکومت کے پاس موجود
تھے تو ان پر بند فوجی عدالت میں مقدمہ چلانے اور ان
دکلیوں کو پیردی کرینگی کی اجازت نہ دینے کی آخر ضرورت
کیا تھی؟ حدیث کو غیر ملکی اخبار نویسوں تک کو اس کی
اجازت نہ دی گئی کہ ذہن بردار شاہد کے شریک ہوں، اگر مسئلہ
بالکل واضح اور صاف تھا تو کسلی عدالت میں کیوں نہیں لایا
گیا؟ اس صورت میں حکومت کی نیکنما بھی ہوئی اور
مخالفین کی زبان بھی بند چلتی۔
اسی طرح جیل کا حال ہے جب عالمی میڈیکس

نے اپنے کچھ نمائندے بھیجے چاہے تو ان کو بھی اس کی اجازت
زدی گئی کہ وہ ان جیلوں کا شاہدہ کریں، یہ ایک ایسی
کسلی ہوئی بات ہے جس کا فیصلہ ایک غیر جانبدار آدمی
کے عقل و ہوش پر پوری طرح چھوڑا جا سکتا ہے۔

(۳) تیسری بات یہ کہی گئی ہے کہ "ازہر مصر" میں اسلام
کا ایک ستون ہے، اس میں انجیلنگ ذراعت اور دیوار
تنظیم کے مختلف شعبے بھی ہیں اور لوگوں کے لئے بھی ایک
کار ہے اور آج کل میں قائمین سے درخواست کی گئی
ہے کہ اگر ان کو دینی معاملات پر کسی قسم کا شبہ ہو تو وہ ازہر
شریف سے رابطہ قائم کریں، ازہر شریف کے لئے دینی
لٹریچر اور قرآن کریم کے ریکارڈنگ جائزہ نمائش کی
تعمیل باعث مسرت ہوگی۔

ہم کس سے کہیں اور کیا بتائیں کہ ازہر عرب کا نام
لیکر انہوں نے کتنا بڑا مناظرہ دینے کی کوشش کی ہے وہ
جامعہ ازہر جو جمعہ ہوا جمعہ ہو چکا، انہوں نے اس
جامعہ ازہر کے مشفقوں، جس کے نام پر نہ جانے کیا کیا چورہا
ہے، ایک یورپی صحافی اور سیاستدان نے یہ کہا تھا کہ
"موجودہ ازہر صرف فتوے دھالنے کی مشین ہے"
آخراذہر میں انہوں نے کیا باقی چھوڑا ہے جو بار بار
اس کا داگ الٹا پھیرا اور نام بیچتے ہیں۔ آج ضیاء میں
زیادہ پر و پیکندہ جامعہ ازہر کا کیا جاتا ہے اور سب سے
زیادہ قابل رحم حالت جامعہ ازہر ہی کا ہے، وہ زندہ
رہتے ہوئے بھی زندہ نہیں وہ اپنے زبان اپنے تلم اپنے
دل و دماغ کسی چیز کا مالک نہیں، اس کا کام صرف شاہی
فرمان کی تعمیل اور حکومت کے مفاد کی تبلیغ و تکمیل ہے
ازہر کے متعلق کچھ نہ کہیں اب اس کا تصور صاف
کر دیکھئے اور اپنی بقیہ زندگی کے ایام پورے کر کے دیکھئے۔
کہ اس کی سب سے بڑی خیر خواہی اور بھروسہ یہی ہے۔

اندکے پیش تو گنتم عمل دل ترمیدم
کہ تو آزرہ شوی در زمین بسیار است

بقیہ، مشائخ کا علم اخلاق

نے سارا واقعہ بیان فرمایا، اس پر حضور نے ارشاد فرمایا
جب کسی کو لوگوں کی کوئی معصیت پیش آئے اور وہ
ان کے ساتھ نیکی کرے تو وہ دوزخ کی آگ سے اس
کے لئے آڑ بن جائیں گے
ایک دفعہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی باپ اپنے
بچہ کو اس سے بہتر اور کوئی عیب نہیں ہے سکتا ہے کہ
وہ بچہ کو اچھی تعلیم دے۔
ایک اور موقع پر آپ نے فرمایا کہ باپ کا اپنے

عبرتیں

مولانا
سید
ابوالحسن علی
ندوی

ہندوستان میں عرب ملکوں کے ہر باشندہ
کو خواہ وہ علمی و دینی حیثیت سے کوئی مرتبہ رکھتا ہو
"احتراما" عرب صاحب کہا جاتا ہے، جب سفر میں
زیادہ یا بندیاں نہیں تھیں تو ہندوستان کے ہر
بڑے شہر میں حجاز مقدس سے آئے ہوئے مختلف جنسیتوں
کے عرب نژاد عرب لباس میں میوس نظر آتے تھے
اور مسلمان اپنے دینی جذبہ اور عرب کے ساتھ روحانی
رشتہ کی بنا پر ان سے تعلیم و محبت کے ساتھ پیش
آتے اور حسب توفیق خدمت بھی کرتے۔

لیکن ۱۹۲۳ء سے لے کر ۱۹۳۲ء تک کھنڈو
کی علمی و مذہبی مجلسوں اور تعلیم یافتہ حلقوں میں اگر عرب
صاحب کا لفظ بولا جاتا تو اس سے ایک ہی شخصیت
مراد ہوتی، اور وہ شیخ خلیل بن محمد عرب کی شخصیت
تھی، جن کا لکھنؤ یونیورسٹی میں عربی زبان و ادب
کی تدریس کے لئے استاذ و کچھ رکنی حیثیت سے نیانیا
تقرر ہوا تھا، اور وہ اپنے روایتی عربی اخلاق، بشری
گفتاری و مطلق سانی، زندہ دلی و سبک دوشی
ذہانت و حاضری جوائی، باہمہ اور زود آشنائی طبیعت
اور سادگی و بے تکلفی کی بنا پر جو ان کے خیر میں تھی
صاف اول کے ساتھ اور مختلف شعبوں کے محرابوں
سے لے کر عام طلبہ تک نہ صرف مقبول و پر دلخیز
تھے بلکہ اکثر موضوعات پر شیخ انجمن اور دینی محفل اذہر
شہر میں مسلمانوں کی اعلیٰ سے اعلیٰ سوسائٹی شاہ
حسین صاحب کو سنی، مشیر حسین قدوائی، اور محمد نسیم
صاحب وکیل کی کوٹھی سے لیکر، جہاں وہ عربی زبان
کی تعلیم اور عقائد صحیحہ کی تبلیغ کے لئے بے تکلف آتے
جاتے تھے، بازار حجاز لال کے عزیز محلہ کی مسجد میں
جہاں وہ اکثر نماز پڑھتے اور وعظ کرتے، اور
دارالعلوم ندوۃ العلماء کی علمی مجلسوں میں اجازت
ایک فرد فائدان کی حیثیت سے ہمراہ تقریب میں
شریک ہوتے، فرنگی محل اور مدرسہ نظامیہ تک جہاں
کے تعلیمی اور نفسی مشوروں میں مشغول رہتے، یکساں
محبت و اہمیت ام کی نگاہ سے دیکھے جاتے، ان کا قیام

بازار حجاز لال میں اس حصے میں تھا، جس کو آج کل
عہد علی لین کہتے ہیں، وہ مولانا یونیورسٹی پیدل جاتے
موتی محل پیدل اور کچھ پری روڈ کے درمیان دیکھنے والوں
نے اکثر ان کو پیدل آتے جاتے دیکھا جو گا، تیز لیکن
سببیدہ و باوقار چال، علیہ اور چہرہ مہرہ یعنی عربوں
کا گہرا گندمی رنگ سا ذرا لپٹے ہوئے، بلند بینی، فراخ
چشم، پیشانی چوڑی جس سے ذہانت اور عزم نمایاں،
قد میاں زلمتی کی طرف اعلیٰ، سر پر عربی منڈلی، اہل یمن
کے طرز اور تیج کے ساتھ، شیردانی قبائے کو تاہ، لیکن
شیردانی سے دراز، تقریباً وہ نیچے وہ اپنے یونیورسٹی کے
پہرے سے فارغ ہو جاتے، عام طور پر ان کو ایم۔ اے
اور بی۔ اے کی کلاسیں ملتی تھیں اور یہ روایت سی
ہو گئی تھی کہ صدر شیعہ عربی و فارسی ان کے باقاعدہ شاگرد
ہوتے، یا ان سے استفادہ کرتے رہتے تھے، شہدہ انگریزی
جو یاسائنس و بیارٹس ہر شہبہ کے ساتھ اور صدر
ایک ماہر فن، اہل زبان، ایک اعلیٰ انسان اور ایک سچے
مسلمان کی حیثیت سے ان کا احترام کرتے اور ان کا
لوہا مانتے، پوری یونیورسٹی میں (جس کے اٹال میں متحدہ
انگریز اور زیادہ تدریس اور تنگالی ساتھ تھے) ان کی
زبان دانی، سادگی کے ساتھ خود داری و خوش اخلاقی
کے ساتھ استثناء اور بے نیازی کی دھاک بیٹھی ہوئی
تھی، یونیورسٹی جانے سے پہلے اور یونیورسٹی
آنے کے بعد ان کا خانگی مدرسہ لگتا، جس کے طلبہ میں وہ
بھی تھے جو یونیورسٹی میں ان سے پڑھتے تھے اور
وہ بھی جن کا تعلق مدرسہ نظامیہ فرنگی محل، یا دارالعلوم
ندوۃ العلماء سے تھا، یا وہ صرف اسی مدرسہ کے باقاعدہ
طالب علم تھے، اس گھر کے مدرسہ میں ان کی کوششیں،
ان کی محبت و دل سوزی، ان کی تعلیمی جہارت، اور ان
کی ہمتدانہ قابلیت کہیں زیادہ بار آور اور تہمید
نابت ہوئی، ہندوستان میں عربی زبان و ادب کے
بڑے ذوق، صحیح طریقہ تعلیم، اور ایک زندہ جیتی جاگتی
زبان کی حیثیت سے اس کا استعمال اس مدرسے شروع
ہوا جس کا ذکر کوئی نام تھا، نہ کوئی ساکن پورٹو، نہ عارضی

کا کوئی مدرسہ، نہ امتحانات کا باقاعدہ نظام، نہ وہاں
کے فضلا کو کوئی سند، نہ کوئی علمی، نہ کوئی خطاب
و لقب، لیکن واقعہ یہ ہے کہ اسی مدرسے سے ہندوستان
میں عربی تعلیم اور عربی افتاء و تفسیر کے اس نئے دور کا
آغاز ہوا جس کو علامہ تقی الدین جلالی مرگش کی آمد
اور دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ساتھ ۱۹۰۱ء اور فضلا نے
نقطہ شروع تک پہنچایا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لکھنؤ
یونیورسٹی کی ملازمت، ایک بہانہ تھا، خدا کی محنت اور
اس کی کار سازی ان کو دھاک سے جہاں وہ مدرسے
پر تفسیری کے فراموشی انجام دے رہے تھے، لکھنؤ
خاص اسی مقصد و خدمت کے لئے لائی تھی کہ وہ ہندوستان
میں قرآن کی زبان کی صحیح تعلیم اور مالک عربیہ میں
اسلام کی دعوت کے لئے ایک ہر اول دست تیار کریں۔
لیکن عرب صاحب ہندوستان میں نووارد نہ تھے،
وہ والد اور والدہ دونوں کی طرف سے خالص عربی النسل
تھے، لیکن ان کی ولادت ہندوستان کے شہر بھوپال میں
ہوئی تھی، سب سے پہلے ان کا مور دادا شیخ حسین بن حسن انصاری
حدیدہ میں سے بھوپال آئے، ان کا پہلی آمد ہندوستان ۱۸۹۳ء
میں ۱۸۹۴ء میں ہوئی تھی لیکن دو سال بھوپال رہ کر
پھر یمن و اسپین گئے، دوبارہ ۱۸۹۹ء میں شام بھوپال
بیکر صاحب کے عہد میں تشریف لائے لیکن چار سال
قیام کے بعد پھر وطن چلے گئے، یہ ہندوستان کے مشہور و
عظیم عالم و مصنف امیر الملک والا جاہ نواب سید صاحب
کا زمانہ تھا، وہ خود بڑے صاحب نظر عالم اور جوشیاس
ریش تھے، حجاز کے سفر میں شیخ حسین بن حسن سے ملاقات
ہوئی وہ ان کے علوئے اسناد، غیر معمولی حافظہ، علوم ہنر
پر ان کی خیر معمولی قدرت، اور ان کا تجربہ علمی و کچھ کہ
ان کے ایسے گرویدہ ہوئے کہ خود ان سے سزا بھی لائی اور
ان کو بھوپال تشریف لانے کی دعوت بھی دی۔
وہ ۱۸۹۹ء میں بھوپال آئے اور وہیں رہ
پڑے، شیخ حسین بن حسن کے نام اور قدیم محدثین
کی رحمت کا قوت حفظ اور دست نظر کے واقعات قدیم
تذکروں میں منقول، اور اس دور کے لوگوں کے لئے
سزا بے استیجاب ہیں، کہ زندہ یا نگار اور بوسنی لکھنؤ
تصویر تھے، جن نے اپنے استاذ مولانا حیدر حسن صاحب
شیخ احمدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء سے جو ان کے
شاگرد تھے، خود سنا ہے کہ قلعہ الباری (شہر بھوپال) کی
تیرہ جلدیں تقریباً ان کو حفظ، اور مستحض تھیں، ان کی
سند حدیث نہایت عالی، اور قلیل الوسائط تھی، جو علماء
کے مہاں ایک بجا افتخار و امتیاز سمجھی جاتی ہے، وہ

شہادت ارسال کا نیا میکبٹھ

سید حبیب الحق ندوی

معموم لاش تیری خدمت میں پیش کر رہے ہیں، لاش خود زبان حال سے کچھ کہنا چاہتی ہے، لیکن میں تخریک پیدا ہوئی اور لاش اٹھ کھڑی ہوئی اور یوں گویا جوتی "بارالہا! میں اسلام کی وہ مظلوم داستان ہوں جسے تو جانتا ہے کیونکہ تو سیدھے دیکھ رہے تیری سرزمین پر ہر نئی صبح جو اڈوں کی دلدور ہچکیاں اور تینوں کی دل سوکھسکیاں قلوب انسانی کو پارہ پارہ کر رہی ہیں، اسلام کو سر بلند کرنے کے لئے ہم نے جن مہروں کو آگے بڑھایا تھا وہی ہماری گردن کاٹ رہے ہیں، ہم تو جام شہادت پیکر داستانِ عمر سنانے چلے آئے ہیں، لیکن جو اڈوں اور تینوں کے کھولے! تو ان کی بھی داستان سن لے جن کی کراہیں نلک بوس ہمارا کی بنا دیا کوٹاری ہیں، ہم تو اس میکبٹھ کا ہاتھ نہیں توڑ سکے گئے تو سبھی ان کلا جیوں کو مفلوج نہیں کر سکتا؟ "عرش الہی میں تخریک پیدا ہوئی اور آواز سرور شہادت میکبٹھ اپنا وقت پورا کر چکا ہے اور وقت کا منتظر ہے۔" لاش اب آنکھوں سے ادھبل چوکی تھی، لیکن داستان میکبٹھ سامنے تھی۔

اسکاٹ لینڈ کے ڈیوک کے شاہ ہونے اپنے عزیز میکبٹھ کو خاتہ اعما ورجت کی بنا پر ترقی دے کر خوب کامیاب بنا لیا لیکن اسان فراموش کما نظر نہ مہمن کے گل پر ہی پھری جلدی جلا دی، پھر اس کا حشر کیا ہوا؟ آہ و فغان اور کرب و الم میں دم توڑنا کیفیات زندگی سے محروم رحم کی جھیلکٹھن اور لذت و خدایہ کو مسلط کر کے مر جانا۔

سنگ میکبٹھ ساری عمر نیند کی دولت سے محروم ہو گیا، نیند! نیند! وہ چیتا رہا لیکن نیند اس سے دور بھاگتی رہی، کیونکہ وہ ایک خوابیدہ مہمن کا قاتل تھا اور ایسے احسان فراموش قاتل کو حق نہیں کہ وہ نیند جیسی سکون بخش دولت سے بہرہ ور ہو! آواز سرور شہادت آئی کہ — میکبٹھ نیند سے محروم Methought I heard a voice cry,

'Sleep no more'
Macbeth murdered—the innocent sleep.

مہمن کے قتل کے بعد جب اس نے خویش باغ دیکھے تو چیخ اٹھا، ہائے کیے رنگین ہیں یہ دیدہ ریز خویش باغ جو میری بنیائی سلب کر رہے ہیں، اس خون کو تو مارے سندر کا پانی بھی نہیں دھوسکتا۔

What hands are these?
Ha! they pluck out mine eyes
Will ail great Neptune's Ocean
wash this blood?

وہ مہمن کی پردہ پوش سیاہ رات سے اٹھ کر آیا رہا کہ وہ اپنی یا ہی کا پردہ اس کے گناہوں پر ڈال دے تاکہ قتل کے بہت ناک زخم نظر نہ آسکیں۔

Come thick night,
And pall thee in the dunnest
Smoke of Hell.
That my keen knife see not the
wound it makes.

وہ ستاروں سے تاریکی کی بھیک مانگتا رہا "اے ستارو اپنی درخشندگی اور تابندگی کو چھپا لو تاکہ روشنی میں میری سیاہ کاریاں نمایاں نہ ہو جائیں

Stars hide your fires
Let not light see my black and
deep desire.

قتل سے پہلے اور بعد کی پشیمانی جارساری
اضطراب قائم رہا، آخر میں چاہے کن راجاہ درخش
اپنی سفایکیوں اور سیاہ کاریوں سے تنگ و عاجز اگر دردنا
انجام سے دوچار ہوا، دلا حین ندم
I have lived long enough my way
of life.
Is fall'n into sear the yellow leaf?
نہر کا ندم کے ہچکے دی کی پشیمانی، کہاں
اور آہیں سن سکتا ہے نہ ہی ہر آنکھ نے خوابی کی اس تڑپ
اور زردش درون کی اس کسک کو دیکھ سکتی ہے فطرت
وقدرت کی ان پوشیدہ سزاؤں کو دیکھنے اور محسوس کرنے
کیلئے دیدہ بنیا اور درویشا دل کی ضرورت ہے

"میں اپنا ستر تھیل پر رکھ کر آیا ہوں"

اخوان اور مصبری حکومت

تاریخ اور حقائق کی روشنی میں

محترمہ نعیمہ صدیقی ندوی

قسط دوم

شاہ فاروق نے مہمن الہنا کے خون ناسخ سے اپنے ہاتھوں کو منائی ضرور دیکھا لیکن اسی کے ساتھ ہی اس کے اقتدار کا فیصلہ بھی کر دیا گیا، خدا کا اہمال نعم ہو گیا اور جلال باری تعالیٰ میں جوئی آیا ہی تھا کہ شاہ فاروق کا وہ عبرت ناک انجام ہوا جسے دنیا شاید ابھی تک محسوس نہ ہو۔

جنرل نجیب کی قیادت میں انقلابی کونسل نے 1952ء میں شاہ فاروق کی حکومت کا تختہ الٹ دیا اور انہیں کی قیادت میں عوامی حکومت کا قیام عمل میں آیا، اس وقت یہ عام خیال پیدا ہو چکا تھا کہ اب شاید تاریخ مصر کے ایک نئے دور کا آغاز ہو، محکمہ اچھوہ، نامر کا مہمن نے غداری کر کے انقلاب مصر کے اصل ہیرو جنرل نجیب کو جیل کی آہنی سلاخوں کے بیچھے ڈال کر خود کوئی صدارت پر قبضہ کر لیا اور آج بھی جنرل مومین اپنی زندگی کے ایام امیری کی حالت میں تیار رہے ہیں، صدر ناصر اور اس کی انقلابی کونسل کے دیکھ

ارکین نے مشورہ شروع میں اخوان سے کوئی مزاحمت نہ کی، بلکہ اس کے برعکس اخوان کے اجتماعات میں دیگر اخوانیوں کے شانہ بشانہ نفراتے اور ان کے کلبوں کی سیر کو بھی آتے رہتے، لیکن کچھ ہی دنوں کے بعد ناصر نے ملک میں جماعتی آمرانہ قیادت کا آغاز کیا اس کی تفسیر شاید ہی کینگز دہلا کو کے دور میں بھی مشکل ہی سے پیش کی جاسکے،

بتولی ایک صاحب علم و قلم اس نے 1952ء (اپنے عہد اقتدار کے آغاز) سے اب تک لاکھوں ممالوں کو اپنی آمریت اور جبر و تشدد کی حیثیت بڑھایا ہے، اس نے مشرکیت کو مذہب کا اعتقاد ہی بنا ڈالا ہے اور عرب ممالک میں مشرکیت کے اقتدار کے لئے راہ ہموار کی ہے، علاوہ ازیں "عنق ابناء العرب عنق"

کا نذرہ بلند کر کے اپنی ذہنی حیثیت خود ہی متین کر لی ہے، مجھ ایسا فرعون صفت انسان اخوان جیسی خاص نہ ہوا اور نہ کسی تخریک کو کسی طرح اپنی آنکھوں کے سامنے پر دان چڑھتے دیکھ سکتا تھا، ایسے لادین اور سفاک شخص سے جو حرکت بھی ظہور میں آئے اسے غیر متوقع نہیں کہا جاسکتا،

الغرض نامرنے اپنی بہیبت کا سب سے پہلا نشانہ اخوان المسلمون ہی کو بنایا جسکی طاقت اور جذبہ حق پرستی کو وہ بخوبی جانتا تھا، اور اسی خطرہ کے پیش نظر 1952ء کے آغاز میں صدر ناصر کی انقلابی کونسل نے اخوان کو خلافت قانون قرار دے دیا، ہزاروں اخوانی جیل کے بیچھے ڈال دیئے گئے، جہاز ان سے بجز احترام جرم کرانے کیلئے تہذیب اور اعراض شکنی کا وہ گنہگار بنا رہا گیا جس سے انسانیت کا سر مشرہ سے جھک جاتا ہے، سینکڑوں افراد اس ظلم و ستم کی آواز بن کر آخری سفر پر روانہ ہو گئے اور جو زندہ بچے ہیں وہ بھی "مولانا قبل ان تموتوا" کا صحیح تصور و تعبیر ہیں۔

اور پھر — اسی سال کے اواخر میں صدر ناصر نے ایک اسکندریہ میں پیشہ دانی دے کر ایک ناگہانی واقعہ کی آڑ لیکر — جس میں اخوان کا قتل ہوا تھا — اخوان کے چوٹی کے رہنماؤں کو فوجی عدالت سے فیصلہ کر کے تختہ دار پر لٹکا دیا ہے

زلعون سے تری زنجیروں تک زنجیروں پہ در در بسن ناموس محبت کی خاطر دیوانے کسان تک آپہنچے ان شہیدان حق آگاہ میں دنیا سے اسلام کے شہور قانون دان شیخ عبدالقادر عودہ شہید بھی تھے جن کی شہادت پر یورپ کے ماہرین و قانون دان نے بھی ماتم کیا تھا۔

اخوان کی حالیہ آزمائشیں

طاقت اور ان کے جذبہ فریختی سے اتنا طاقت ور مہمن ہو گیا ہے کہ اس کی خود دستگیری تمام صلاحیتیں مفلج ہو کر رہ گئی ہیں، اس لئے ہزاروں لاکھوں اخوانوں کو گذشتہ آٹھ نو سال سے جیل میں اور اس کے باہر ہر قسم کے تہذیب و ترقی کا نشانہ بنانے کے بغیر بھی اس کے اختتام کی آگ سرد نہ ہو سکی، اور اسی سال گذشتہ یعنی 1952ء میں اس نے اپنے ترکش کا ایک اور ہر طائر چھوڑنے کا فیصلہ کیا، جس کے لئے پیش ہند کا طور پر سب سے پہلے اس نے ایک طہنرہ قانون کے ذریعہ ہر قسم کے اختیارات سے اپنے کو مسلک کیا، اور پھر — ایک ہجرت پرانے پر اخوان کے معاملات ہم چاکر تقریباً چالیس ہزار اخوانوں کو گرفتار کر لیا، اور اس کارروائی میں اس نے سابقہ تمام رویاؤں کو توڑ دیا۔

اس سے فراغت کے بعد ناصر نے پھر ایک خویش ڈرامہ کھیلنے کے لئے فرضی داستان سازش کوئی، اور پھر عوامی عدالتوں میں چارہ جوتی کرنے کے ایک تقریبی شکل ایسی ترتیب دیا، جس کے ادا کار بھائے قانون دان ہونے کے صرف فوجی افسر منتخب کئے گئے — جن سے ظاہر ہے کسی انصاف کی توقع کا واسطہ نہ کرنا سادگی ہی کہلاتا گا — اور یہ صدمہ خیز عدالتی ڈرامہ مسلسل ایک سال تک کھیلا جاتا رہا جس کے دوران ہزاروں اخوانی جیل کی چھارہ دیواری میں شدید ظلم و ستم کی تاب نہ لاکر آخری سفر پر روانہ ہو چکے تھے اور بالآخر — گذشتہ ماہ کے آخری ہفتہ میں یہ "عدالت" ایک خویشی نتیجہ پر پہنچے جس میں "کامیاب" ہو گئی جو کہ ناصر کے اصل مشاغل اور مقصد کے مطابق تھا۔

"سازشوں" کو تختہ دار پر لٹکا دیا جائے

چنانچہ 8 مہرگت کو مفکر شہید سید قطب اور ان کے دوسرے ساتھی نیتے کیلئے دار کی طرف بڑھے اور موت کے آغوش میں جا پونچے، شاید یہ رنگ بھی نہیں ہوں۔

تہا ری بزم کو حاصل ہے ایک ثبات مسلسل یہاں تو زندگی مستعار میرے لئے ہے سزا نے موت ہے کیوں جو نام یوں بہتارا حیات کس کے لئے ہے جو دار میرے لئے ہے اتنا سید قطب شہید عالم اسلام کا وہ بہترین دل و دماغ تھے جس کو مار دینے تک اور صدیوں کے

کاروان نمود!

"جہیز دیکھو"

ابوالاسرار
رمزی ثاوی — جودہ پوری

منفصل ہو کر سنا جا رہا آفتاب نیند بوجھل ہو جیسے فاختہ کی چشم خواب
سویا ہر رفتہ رفتہ شور دنیا دلوں جھٹ پٹا برسا رہا اپنا خواب و سرکوں
جاؤ گریں کچھ دھنسنے سوتاع مال کے ساتھ پھیلے ہیں خواہشوں کے جال کے
ایک بہری پر سجا ہے کبر کا جھوٹا دستار
ہنس رہی ہے گلشن ہستی کی مصنوعی بہار
صف بے صف رنگین مٹے رنگیں اور رنگار جیسے ربوئی فضاؤں میں ہو پوری قطار
رہنے گرم شالین لہکتاں گوں ساریاں جنہیں ہیں تارک کی خشک چنگاریاں
نازین مقبش دامن میں بہری جاہریں جھلک رہی ہیں جیسے معلقہ تبدیل میں
جنہیں تصویریں مناظر کی ہیں اور گلکاریاں بعض میں بول محرا بعض میں خابریاں
تہ آدم آئینہ اک ریحی حکم پاندان سیکیداں مٹھ پٹھنی عطرداں اور مرتباں
مخل و پنجاب کے زرفعت کے طلکے تنان کر رہا تبصرہ ان پر ہرک پیر اور جان
کا پتہ اور پنی کے ساغر سے چاندی نکلا س تشنگی جھجکا جہن ان میں ایسا انکا سا
خوابتور جاننا زاک محل پٹی ہوئی ہے بلے بیت وہ بھی اک طرف کھی ہوئی
اطلسی ک جزو داں میں یہاں ترقی بھی تاکہ لوگوں کو یقین بڑھیں یہ باایمان بھی
پر انش میں گلخان اور فالوں بھی رسم کے لئے منم خا میں ہیں تا توں بھی
استری بجلی چمکے زید بوسنگر شین سائل مال غلظت پیر برتنے حسین
سینٹ پاؤڈر و سینٹینک کی ہونٹاں اک دکاں کوئی نئی ہر حکم تارک کے خلاف

اس اثنا کے سواہیں سازد آلات طرب مرثیہ مذہب کا ہر تفریح ہے حسب القاب
میں یہ منظر دیکھ کر حیران و ششدر رہ گیا
میری غیرت کا پسینہ اشک بن کر بہ گیا
یہ جہیز انبار حرم داز کی تصویر ہے جسکے نقش علی ارفاق کی تفسیر ہے
خواب کی وہی مناظر کا طلسمی سلسلہ یا مسلسل ترسیل کا ایک جوٹا مہتممہ
ایک ناجائز نازناش شفقت احسان کا ہے
بر ملا تو ہین گویا دختر انساں کا ہے
دیکھ کر خوش ہو رہا ہے اک گیلیلا آدمی جسکی آنکھوں میں فخر ہے شرار زندگی
اکے چہرے جھلکتا ہے غم مرگ ضمیر اسکی آنکھوں نظر آتا ہے ہن نا بصیر
روح آدمی نکرنا قضا جہل پروردہ مانع سر میں تہرت کا جنوں آفرینا گنہے میں مرغ
وانے دولت کا جنازہ منطسی کے دوشس پر
کیوں نہیں گرتی ہر بولجان کے غفلتوں پر
اشد اللہ یہ سجاوٹ یہ غرور را میگاں منزل فانی میں ان کا یہ مزین کارواں
منو فشاں یہ سیم گوں شفا کا انبار دیکھ عرصہ ہستی میں تاب نگ کا بازار دیکھ
کس طرح تہی ہر امت دعوت ادبار دیکھ انیوالی پستیوں کے دو سے آنا دیکھ
اس بہارستان میں بے خزاں پاتا ہوں میں
سیدہ عشرت میں لپٹی اک قفاں پاتا ہوں میں

النداد جبرائیم

ہذا رشید

انسان فطرتاً حرمیں اور لذت پسند ذات ہے وہاں ہے
یہیں وجہ ہے کہ لذت چیزوں کے اپنا لئے اور حاصل کرنے کے
لئے اسے کس ترغیب کی ضرورت نہیں پیش آتی وہ لذت
آشنا ہوتے ہی، اشیائے لذیذہ کا طالب بن کر ان کے حصول
کی تہہ ہیریا کرتا ہے۔ جائز پیشوں میں انوکھی
ایجادوں اور ناجائز کاموں کا ہرگز نہیں، فریب کاری اور طراری
وغیرہ میں بنت نہج ہماروں کا انکشاف اس دعویٰ کی دلیل
ہیں۔
سبھی جانتے ہیں کہ انسان کی ساری مشقتوں کی بنیاد
ان فائدوں کی حرص پر ہے جن سے وہ لطف لاندہ ہونے کا
مستحق ہے، مزدور و ملازم زر کی تلخ کاشتکاری غلہ کی امیڈ
اور تاجر فوج کی ہوس پر شب دروز ایک کے لئے جتے ہیں،
پورا ڈاکو اور گروہ کٹ دولت کی تلخ ادراست سے موجود پیش
دعشرت کی تمنا میں رذیل و جھڈوں کے زواہت سے
ہو جاتے ہیں، مشرابی کو تلب و نفس کے عارضی
سرور و خفا کی لذت رذائل پر اور مغرور و متکبر کو کبر و غرور
کی لذت ظلم و ستم پر آادہ کرتا ہے، جہین آرام کی
لذت دولت لٹا دینے اور زندگی کا مزہ آرام و ہلاکتی
پر تیار کر دیتا ہے۔
ضرورت کا مخرج طبع حیات ہے خواہ وہ ضرورت
دنیاوی ہو یا اخروی اور خواہ وہ حیات عارضی ہو یا الہی
اور حیات سے بیزاری ضرورت سے مستثنیٰ کرتی ہے مگر یہ حال
ہے کیونکہ ہر دو حیات لازمی اور ان کی ضروریات لایہدی
ہیں، مغروریت سے غفلت زندگی کے لطف سے محروم ہی
نہیں بلکہ زندگی کو معیبت میں مبتلا کر دینے والی ہے اس
لئے زندگی سے لطف اندوز ہونے کے لئے بھی مشقت
لازمی ہے۔
غرض کہ انسان تکالیف و حناروں سے بچنے اور ہمیں
و آرام مناخ اور لذت کے حاصل کرنے کیلئے کچھ اعمال
کرتا ہے یہ اعمال دو طرح کے ہوتے ہیں، ایک تو وہ جو
خود اس کے اور معاشرہ کے لئے مفید ہوتے ہیں مثلاً
طلب دولت کے لئے تجارت، زراعت اور ملازمت جیسے جائز
پیشے غلطیوں کے لئے عقدہ و نکاح، فرحت و خوشی کیلئے اپنے
اہل و عیال سے محبت اور قدرتی مناظر کی سیر و تفریح وغیرہ،
دوسرے وہ اعمال ہیں جو خود معاشرہ کے لئے سنت مضر

جیسے طلب دولت کے لئے رہنری، قزاقی، قمار بازی
طراری، غامبازی، رشوت ستانی، عصب، غضب، قتل
وغیرہ اور نفس کے لئے شراب نوشی، عشت بازی، زنا،
سینا بینی، نادول خوانی اور ظلم و زیادتی وغیرہ جیسے قسم
کے اعمال ایسے اعمال کہلاتے ہیں جن سے ملک میں امن
و سکون قائم رہتا ہے اور دوسرے قسم کے اعمال برسے
اعمال کہلاتے ہیں جن سے امن و سکون خفا ہو کر انتشار
و بے یقینی، فساد و عارت گری جیسا تباہیوں رونما ہوتی
ہیں اس لئے امن و سکون کی لذت کا مستحق انسان ان
برائیوں کے انداد کے لئے کچھ قوانین و ضوابط بنا کر عالم کو
ان سے بچانے کی سعی کرتا اور قانون کی خلاف ورزی کرنے
والوں کو سزا کی دھمک دیتا ہے، غیر قانونی شکنی متفق ہو جانے
پر سزا بھی دیتا ہے۔
میساکر میں نے ابتدا میں عرض کی کہ انسان فطرتاً حرمیں
اور لذت پسند ذات ہے وہاں ہے اب اگر اسے کس لذت سے باز رکھنے
یا کسی پسندیدہ شے سے لایح سے روکنے کا کویش کی جائے
تو چونکہ یہ بات اس کی فطرت کے خلاف ہوگی اس لئے اس
کو کوشش میں لانا ہی ہوگی، انسان اپنی کسی پسندیدہ شے
کو جب ہی چھوڑ سکتا ہے جب اس سے زیادہ اچھی چیز
لے کی امید ہو خواہ وہ کچھ تیز بھی ہے کیوں نہ ہو یا پھر
اس پسندیدہ شے کے زچہ ہونے پر اسے سنت کھٹھ ہو چکے
کا اندیشہ ہو، پہلی چیز تو اہل دنیا جیا کرنے سے خا مریں
دوسری کا ناقص بندوبست کیا ہے یہی سبب ہے کہ ہر جس
کام سے قانون کے ذریعہ روکا جاتا ہے وہ تو نا کام رہتے
ہیں، چنانچہ دیکھیے چوری کا قانون جرم ہے ثبوت پر سزا
مگر تو کرا پراں کو بھاتا ہے کہ سزا تو جب ہی ملے گی جب
کڑے جاؤ گے تو اس سے چوری چھوڑنے کی کیا ضرورت
بس دھٹائی کے بدلے احتیاط کی ضرورت ہے، سپر گر کپڑے
سبھی گئے تو جیل میں چند روز کے لئے اہل و عیال سے
میلز کی کے سوا تکلیف ہی کیا ہوتی ہے کوئی آگ میں
سختی سے ہی چھوڑ دے جائیں گے، ٹولے لنگڑے
کر دیے جائیں گے، چلپلائی و حوہ میں کیت کی محنت
سے جیل کی محنت کم، معمولی مزدور کی روٹی پیش سے جیل
کی لذت اچھی، کتنے دیہات کے سزا پانہ والوں سے میں نے
سنا ہے کہ جیل میں آدمی سونا ہو جاتا ہے، مسنا ہی نہیں

دیکھا بھی ہے، تباہی چوری کو تو نون کہاں رکھ سکا؟
ایک رشوت خور رشوت ستانی کو سبم کہتے ہوتے
برابر رشوت لیتا ہے، اور نہیں جانتا کہ وہ فیصد حکام
اپنے اختیار کے لئے رشوت دینے والے کے لئے سہولت
و آسانی اور دینے والے کو طوالت و پریشانی میں مبتلا کرتے
رہتے ہیں، پھر کون اپنے کو طوالت میں ڈال کر رشوت لینے
کے سبب سے بچے، طرہ یہ کہ ان حکام کی بھکاری کے
سے جو حکام علی مقرر ہوتے ہیں وہ مزید ذرا رشوت لینے
والا ثابت جتا ہے، چنانچہ کسی حکام علی کو یہ بات غلط
معلوم ہو اور جھٹ سے ثبوت پاسے تو میں عرض کر دوں گا
کہ یہ رشوت اس ڈھنگ سے وصول کی جاتی ہے کہ اس کا ثبوت
مشکل ہے، البتہ اگر کوئی ذمہ دار سستی خفیہ طور پر میرا ساتھ
تو میں اس کو قلیل عرصہ میں سینکڑوں واقعات کا مشاہدہ
کر سکتا ہوں۔
حد چوگنی پوسٹ آفس اور ریلوے جیسے ایڈمنسٹریشن
میں بھی پوسٹ مینوں اور ریلوے کارکنوں کے کندہ کردوں
کی حرکات سے کون واقف نہیں ہے، خدائی مسائل کے حل
اور دیکھ ترقی کے لئے بلاکوں کا قیام عمل میں آیا ہے کیا
ہے کوئی ان کی کج کاری کا جائزہ لینے والا، کتنی
رستم کنوژن و تالابوں کے بہانے سے اڑائی جا چکی ہے،
کیا کوئی کجی پتہ لگا کر ہر سکتا ہے کہ میں ہزار کے ٹھیکے پر
تیس ہزار نہیں بلکہ زائد حشر پچ آیا ہے، اور کیا کوئی کجی
مستون میں بھی سرکوں اور ریلوں کے کجی معارف اگے لگا
معارف میں کجی متناہب قائم کر سکتا ہے اور کیا کوئی ان
سڑکوں اور ریلوں کی عمریں متعین کر سکتا ہے؟
آپ ایک حکم، ایک ایک شے بلکہ ایک ایک فرد
کو جانچ لیجئے، اکثریت کو آپ بظاہر قانون کا پابند اور
تباطن قانون شکن پائیں گے، اور یہ باطن وہ سینے کے
اندروالا نہیں بلکہ مواخذہ کرنے والے حکم کے پیچھے والا
یہ سب کیوں؟ محض اس لئے کہ سبم جسم کے ساتھ اپنا
فائدہ دیکھتا ہے اور جرم چھوڑنے پر نقصان، مہم جرم پر سزا
کا خطرہ تو اس کی پوشیدگی کا اہتمام کرے گا۔
اب آپ جتنا چاہیں سخت قانون بنا سیں، جتنی
چاہیں بھکاری کریں حتیٰ کہ ایک ایک شخص پر ایک ایک بھکاری
چو ہیں گئے، کئے ستر کر دیں جب بھی لاماصل وہ وہ
بھکاری سزا تو انساں ہی ہوں گے۔
انسان برائیوں سے بچتا رہتا ہے جب اسے ایسے
بھکاری کا خطرہ ہو جس سے وہ کسی لمحہ پوشیدہ نہ رہ سکے،
پھر وہ بھکاری ایسی قدرت والا ہو کہ جو چاہے کرے اور
اپنے کرنے میں کسی کا عتاب نہ ہو، ایسے بھکاری کی طرف سے

بقیہ النہد اور جرم

خلافت روزی کرنے والے کے لئے سنت سزا کی دھمکی ہو، اور اگر ساتھ ہی برائیوں سے رک جانے والے کے لئے قیمتی انعامات کا وعدہ ہو تب تو سب کچھ کھانا پیلے توڑ کے مانے برائیوں سے بچنے سے اب تو خوشی کے ساتھ سبلیاں اختیار کریں گے اور برائیوں سے نفرت کریں گے۔

تو کیا آپ اس صورت کے پیش نظر کوئی ایسی ہستی راز دارانہ طور پر فرما کر کہ عوام کو اس پر یقین کر لینے کے تیار کیا جائے ہرگز نہیں یہ فریضی طاقت مثل کاغذ کی ناؤ کے صنیت و کمزور ہوگی جس سے گاڑی ایک قدم بھی چلنے کی نہیں اور یہی وہ نظر ہے جس سے لاکھوں حضو اللہ دنیا و آخرت کے مصداق ہوتے۔

اگر ہم اپنی ہٹ دھرمی اور منہ سے کام نہ لیں تو یہ افواہ و اقسام کی مخلوق جمادات، حیوانات، نباتات ان کی مختلف صورتیں، خاصیتیں، پیشہ و تفر اور نجوم ان کا نظم و ضبط، یہ پھولوں کی بناؤں، ان میں پنکھڑیوں کی سجاوٹ، بچوں کی نشست ان کی حفاظت، یہ بچوں کے لئے ماں کے سینے میں دودھ، یہ اور انکی پرورش کے عجیب تنظیلات، یہ انسانی اعضائی ترکیب، یہ سب سے حوادث پکار پکار کر اس ہستی کا پتہ دے رہے ہیں، لیکن چونکہ اس آواز کو سننے اور اپنانے میں کچھ رکاوٹیں بھی نہیں اس لئے اس جان بوجھ صفت کمالیہ سستی اللہ نے مفید کاموں کے کرنے اور مضر کاموں سے روکنے کا تعلیم دینے لیا ہے۔ دلوں کو انعام اور نمانے والوں کو سخت عذاب دینے کی اطلاعات دینے کے لئے بہت سے پیغمبر بھیجے اور سب کے آخر میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا، جنہوں نے عالم سے اللہ اور جبرائیل کے لئے اللہ کے حکم کے مطابق جدوجہد اور سب ائمہ کے ختم کرنے کی تکمیل تعلیم دی، جن کی تعلیم اور تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ خدا کے خوف کے سوا کبھی انسان کو کوئی دوسری شریک قانون کو شریک، جبرائیل سے نزدیک کیا ہے نہ نزدیک سے گی۔ قانون صرف مخلقت و در کرنے کی حد تک کامیاب ہو سکتا ہے لیکن جرم کو نہیں روک سکتا۔

بقیہ ۱۔ فقہ اسلامی

یہ اضافہ کرتی ہے، مشاکیب سب باپ کی ہوتی ہے لیکن اس میں بیٹوں، پوتوں، بھائیوں کی بخشش، د کوششیں شریک ہوتی ہیں، قانونی نہیں بلکہ طبی و عقلانی

طور پر بلا قیمت کے سبک اس کا دوبار یا جائداد سے کیساں تعلق ہوتا ہے، ان کھلے ہوئے فوائد کے باوجود ان سب لوگوں کو وراثت سے محروم کر کے جائداد کو اسٹیٹ کے قبضے میں دے دینا کئی غیر دانشمندانہ بات ہوگی اور اس صورت پر سب کچھ کھانا پیلے توڑ کے رخ و خم سے انکوں کو ٹوٹے ہوئے ہیں اور دامن ابھی آسنو ڈاں سے تڑپا، میت کا ایک ایک یادگار و نشانی کو چھین لینا اور ہیبت کے لئے محروم کر دینا کئی غیر فطری و متفاوت قلبی کی بات ہے ہوگی۔ اور اس سے نہ صرف اعلیٰ انسانی قدروں بلکہ امتدادیات کی ایک حکم مینا دکو کس قدر نقصان پہنچے گا۔

بقیہ ۲۔ مضمون شہادت زاریں

کیونکہ ہر سزا میں کبھی مرئی ہوتی ہیں اور کبھی غیر مرئی یہ حقیقت ہے کہ وادی نیل کا نیا سیکتہ داخلی اضطرار و کشمکش کا شکار ہے اور نیل کا سارا پانی اس کے خونیں ہاتھوں کو دھوئے سے قلم ہے معلوم نہیں شرفی اوسط کو قدرت کی غیر مرئی سزا میں اس جرم میں کب تک جھکتی پڑیں، کیونکہ "ان بطنش و بطن لشدید" برحق ہے۔

بقیہ ۳۔ اخوان در مہری حکومت

مرد وجود میں لایا کرتی ہے، ان کی موت پر فقہا بھی ماتم سرا ہوا جائے کم ہے۔ ان کی شخصیت میں ہمہ گیر کی اور ہمہ جہتی تھی، وہ ہر ماہر و ذوق بھی تھے اور علم قرآنی کے رموز دوسرا کے خواص بھی تھے، عباس محمود، انتقاد کے اسکول کے تحت اسکول کے صاحبزادے انشاء پر دہاز اور ادیب تھے، ان کی گرفتار فقہانیت، اسلامی علمی اور مذہبی لٹریچر کا ایک پیش ہما ذخیرہ ہیں جن

شریت نزل

نزل زکام اور کھانسی کی جرب دوا ہے۔ اس کے استعمال سے ہر حالت میں فائدہ ہوتا ہے



دوائی شریعت نزل کی

یہ سب سے زیادہ مشہور "العدالتہ الاجتماعیہ فی الاسلام" ہے جو عالم گیر شہرت کی حامل ہے جس کا اردو ترجمہ بھی "اسلام کا نظام عدل" کے نام سے منظر شہور پر آگیا ہے۔

بقیہ ایک قابل توجہ مسئلہ

یہی وجہ ہے جس کی بنا پر لکشی جی اور گلش جی کی پوجا مختلف طریقوں سے ہوتی ہے۔

سبق کے نیچے حسب ذیل سوئٹ سوال درج ہے۔ لکشی جی اور گلش جی کی پوجا دیوانی میں کیوں ہوتی ہے؟

سوال ۱۔ دیوانی میں کیوں ہوتی ہے؟

اردو فارسی عربی، کیا بکتا یوں کا ذخیرہ آپ کو جس پرانی کتاب کی فہرست ہو اس کے متعلق ہیں لکھیں، ہم آپ کو ہیا کرنے کی کوشش کریں گے، اور آپ کو اپنی ماہیوں شائع ہونے والی فہرست کتب مفت روانہ کرتے رہیں گے۔

مولنسے بکڈ پو بڈالیوں "یولی - انڈیا"

سول ایجنسیاں ۱) ایس ایم ٹی، ۲) سلطان منزل میں، ۳) کاپور، ۴) اودھ جنرل اسٹورس، ۵) این آباد لکھنؤ۔

اشاکے کے خواہشمند حضرات خط لکھ کر

حقیقی درد کا دماں تلاش کرتی ہے جو اسلام اور صرف اسلامی نظام ہی پیش کر سکتا ہے۔ اسلام اور علمائے اسلام کے بارے میں یہ خطرناک انداز فکر نہ صرف کسی معنوی سوسائٹی اور ماثرہ کے لئے خطرہ کا الارم ہے بلکہ سوشل لائبرٹیز کا ایک عالمگیر نقصان اور پوری انسانی دنیا کے لئے انتہائی خطرناک ہے۔ اس انداز فکر کا سرچشمہ سستی شہرت و ترقی مصلحتوں اور حکومتوں کو خوش کرنے کے سوا اور کچھ نہیں ہے، ضمیر فروشی کی شایہ سب سے اونگھی شکل ہے۔

سائنس کے دنیا

خلیہ میں پونچے کے بعد فاسن غذا اپنی ہیئت برقرار رکھتی ہے، یہاں تک کہ ہر خلیہ میں سوزش، احتراق کا عمل شروع ہو جاتا ہے، جس کے طفیل جسم کو حرارت منسوب ہوتی ہے، انسان آگ جلاتے بغیر یہ خدمت انجام نہیں دے سکتا، لیکن قدرت نے اس کام کے لئے ایک میکانیسم تیار کیا ہے جو ہر خلیہ میں پائے جانے والی غذا کے اندر موجود کبھی بائیو روجن اہکارین کی مدد سے آگ جلاتا ہے جو ہر خلیہ حرارت مہیا کرتی ہے۔

یہ آگ بھی دنیا کی ہر آگ کی طرح بھاپ اہکارین ڈالی کا ساتھ دینا پڑتی ہے جو خون کے ساتھ ساتھ وہ دونوں پھینچنے تک پہنچتی ہے اس کی بدولت ہر جہات آفرین سانس لیتے ہیں، ایک انسان تقریباً دو پونے دو لیٹر دانہ آگ لگا دیا ایک دن میں فارغ کرتا ہے (بہت آگ لگا ہے) اس میں دو چار ہیئت منت تمام آتے ہیں اور انہیں پھینچتا ہے، ہر ذریعہ کو انفرادی طور پر پھینچنا کیلئے وہ اجزاء کی ضرورت ہوتی ہے، یہ سب بھی اپنے اجزاء کے اعتبار سے کیا نہیں ہوتے، ہر ذریعہ کو بھی الگ مارجن کے مطابق بنانے کیلئے، کھانسی اور طویل کوی عمل چاہئے۔ مستوی امرایہ جراثیم سے محفوظ رکھنے کے لئے جسم کو کھانسی اور ذی نظام ہر وقت ایک تازہ دم شکر تیار رکھتا ہے، شکر عام طور سے جس جراثیم کو شکت دیکر انسان کو فوری موت پہنچاتا ہے، زندگی کے علاوہ کئی حال میں بھی اسی طرح کے مہرہ زنا ہر ہوتے ہیں، نہ ہونے سے جسم کو کھانسی یا ناقصہ اور ذی نظام کے تحت ہوتا ہے، ایسے اتفاقات کو ذرا بھی دخل نہیں ہے، کیا یہ سب کچھ اس قدر مطلق حائق کائنات کا کرم سزا یا نہیں ہیں؟ اگر ہیں اور جیتتا ہیں، تو یہی نظام زندگی کی بولنی ہوتی زندگی عادت ہے۔ لیکن آخر زندگی کو کس چیز کا نام ہے؟

سوال یہ نہیں ہے کہ ہمارے ملک میں اسلامی نظام کب قائم ہوگا، مستقبل قریب میں اس کے سچے سچے پھولنے اور ترقی کرنے کے امکانات ہیں یا نہیں بلکہ صرف یہ ہے کہ اسلام میں دنیا کی قیادت کو یہی صلاحیت ہے یا نہیں؟ ہو سکتا ہے آپ کسی مولوی یا کسی بہرہ ریز یا کسی تہذیبیاتی "روشن خیال" تو وہ فوری طور پر آپ کو اس کا کوئی دودھل مہرمان جو اب نہ دیکھے، لیکن اگر کسی نے پوچھنے کے بجائے آپ خود اپنے طور پر حالات حاضرہ کی روشنی میں یہی سوال حل کریں تو یقیناً آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ آج مسلمان اس سوال کے ماتحت دو گروہوں اور دو مکنت خیال کے اندر منقسم ہیں۔ ایک گروہ تو ہمارے علماء کرام کا ہے جو یہ کہتا ہے کہ اسلام آج بھی زندہ ہے اور آج بھی وہ نہ صرف بروئے کار آسکتا ہے بلکہ اس میں اتنی قوت اور توانائی ہے کہ وہ دنیا کے تمام طریقہ ہائے حکومت سے بہتر فہم پر دنیا کی قیادت دینا ہی کا فرض انجام دے سکتا ہے۔

مگر دوسرا گروہ ہے جدید تعلیمیات "روشن خیال" مسلمانوں کا جس کا خیال اس کے بالکل برعکس ہے، ہو سکتا ہے وہ صاف صاف کھلم کھلا حقیقت کا اظہار نہ کرے لیکن جہاں تک اس کے اقبال و انحال کا تعلق ہے اس سے آپ صاف طعنے پرے پڑھ سکتے ہیں کہ اس کے نزدیک (نوذ با اللہ) اسلام مردہ ہو چکا اور اس میں اتنی قوت نہیں کہ وہ بدلتے ہوئے حالات کا ساتھ دے سکے، مسلم ممالک کی مثال آپ کے سامنے ہے دیکھئے جدید تعلیمیات "روشن خیال" طبقہ جو برسہا برسہا سال سے علماء کی جنگ میں، خوش نظریاتی اختلافات کا کارفرما ہے؟ پاکستان کا برسہا برسہا طبقہ علماء سے کیوں برسہا برسہا ہے؟ ترکی اور ایران میں ملناؤں اور مسزوں میں کیوں ہاتھ پائی پور ہی ہے؟ پچھلے دنوں مصر میں جو خوبی ڈرامہ کیلئے لایا گیا اس کی تہیں کوئی ذہنیت کام کو رہی تھی؟ خود ہر ملک ہندوستان میں جہاں... مسلمان بھاری غذا میں رہتے ہیں، یہ دونوں عقیدے پائے جاتے ہیں یا نہیں؟ بیت سے پڑھے لکھے مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ جو شخص مذہب کا علم رکھتا ہے اس کے لئے ضروری نہیں کہ وہ زمانے کے حالات کا علم بھی رکھتا ہو، مثلاً وہ یہ سمجھے کہ روپیہ کی قیمت کا کم ہونا کیسا ہے اور پیٹیم کے بنانے میں کس کا فائدہ، اور کس کا نقصان ہے، مغربی دنیا میں جہاں اس کا توڑ لکھے ہو سکتا ہے؟

خطرناک انداز فکر؟

زندگی اور زندگی کے کڑوا، اسکو چھوڑنے کے تار، یہ میں اسلام کا کار کیا ہے وہ کبھی برسہا برسہا باہر سے یا نہیں اور دنیا میں جو حکومت اسلامی طرز پر بنی اس کا کیا انجام ہوا کیونکہ اس بات کے چھوڑنے سے تو بات بہت بڑھ جائے گی اور پھر اس میں اختلاف کی گنجائش بھی نکالی جا سکتی ہے، یہاں آپ صرف یہ دیکھئے کہ اوپر جو مثال اٹھایا گیا ہے، کیا حقیقتاً اس کا احساس ایک مذہبی آدمی کو نہیں ہو سکتا؟ کیا حقیقتاً اسلام اتنا ہی نامکمل مذہب ہے، کیا اس نے زندگی کے مسائل کی طرف کوئی اشارہ ہی نہیں کیا ہے؟ اس مذکورہ سوال کا ہمارے علماء کیا جواب دیتے ہیں اور آج کے جمہوریت پرست روشن خیال لوگ کیا جواب دیتے ہیں، دونوں راستے کھلے چوٹ ہیں اور ہر شخص کو اختیار ہے کہ وہ چاہے اسلام کو ایک زندہ مذہب کے طور پر تسلیم کرے یا اور لوگوں کی طرح طنز و تشنیع کے تیر چلا کر اپنے دل کی آگ ٹھنڈی کرے، ہم ہر حال اسلام کا کوئی انسانیت کے درد کا درماں سمجھتے ہیں اور اسی کو ساری دنیا کا بچاؤ دہندہ مانتے ہیں، اسلام نہ پھینکے اور دنیا کی رہنمائی کرنے کے لئے قلم ربا نہ آج کی دنیا کو رہنمائی کرنے سے وہ عاجز ہے۔ یہ ایک مسلم اور زندہ حقیقت ہے جس کو کسی حال میں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، نہ نمانے، ایک بہت سے اصول اور نظریات کا تجربہ کر کے دیکھ لیا، اس کو کہیں بھی سکون و اطمینان نہیں مل سکا، اور کسی نظام نے اس کی فطری رہنمائی نہیں کی، ترقی کی اتنی عظیم راہ ملے کہ لینے کے بعد بھی اخلاقی اور ذہنی اعتبار سے آج وہ نہایت متفنن جاہلیت میں لوٹ ہے، جہاں سے وہ گھبرا گھبرا کر دنیا کے منسومی نظاموں اور نظریات کا سہارا لیتی ہے اور اپنے

وہ سمجھتے ہیں کہ کاجوں اور یونیورسٹیوں میں جو چیزیں بھی پڑھائی جاتی ہیں تو اس طرح کی تمام باتیں بتا دی جاتی ہیں اس لئے وہاں سے نکلنے والوں کا ان سے ناواقف ہونا کبھی کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ناواقفیت کا اعتراف تو صرف مذہبی عالمانہ پر ہو سکتا ہے اور مذہب میں سبھی کے دے کہ صرف اسلام ہے جس کو نشانہ بنا کر کہا جاتا ہے کہ اس مذہب کے جاننے والوں کیلئے یہ کوئی ضروری نہیں کہ وہ آج کی دنیا اور آج کے مسائل سے واقف ہو، اس لئے کہ اسلام تو اس لئے کہ اسلام تو مسائل سے بحث ہی نہیں کرتا، اسکو چھوڑنے کے تار، یہ میں اسلام کا کار کیا ہے وہ کبھی برسہا برسہا باہر سے یا نہیں اور دنیا میں جو حکومت اسلامی طرز پر بنی اس کا کیا انجام ہوا کیونکہ اس بات کے چھوڑنے سے تو بات بہت بڑھ جائے گی اور پھر اس میں اختلاف کی گنجائش بھی نکالی جا سکتی ہے، یہاں آپ صرف یہ دیکھئے کہ اوپر جو مثال اٹھایا گیا ہے، کیا حقیقتاً اس کا احساس ایک مذہبی آدمی کو نہیں ہو سکتا؟ کیا حقیقتاً اسلام اتنا ہی نامکمل مذہب ہے، کیا اس نے زندگی کے مسائل کی طرف کوئی اشارہ ہی نہیں کیا ہے؟ اس مذکورہ سوال کا ہمارے علماء کیا جواب دیتے ہیں اور آج کے جمہوریت پرست روشن خیال لوگ کیا جواب دیتے ہیں، دونوں راستے کھلے چوٹ ہیں اور ہر شخص کو اختیار ہے کہ وہ چاہے اسلام کو ایک زندہ مذہب کے طور پر تسلیم کرے یا اور لوگوں کی طرح طنز و تشنیع کے تیر چلا کر اپنے دل کی آگ ٹھنڈی کرے، ہم ہر حال اسلام کا کوئی انسانیت کے درد کا درماں سمجھتے ہیں اور اسی کو ساری دنیا کا بچاؤ دہندہ مانتے ہیں، اسلام نہ پھینکے اور دنیا کی رہنمائی کرنے کے لئے قلم ربا نہ آج کی دنیا کو رہنمائی کرنے سے وہ عاجز ہے۔ یہ ایک مسلم اور زندہ حقیقت ہے جس کو کسی حال میں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، نہ نمانے، ایک بہت سے اصول اور نظریات کا تجربہ کر کے دیکھ لیا، اس کو کہیں بھی سکون و اطمینان نہیں مل سکا، اور کسی نظام نے اس کی فطری رہنمائی نہیں کی، ترقی کی اتنی عظیم راہ ملے کہ لینے کے بعد بھی اخلاقی اور ذہنی اعتبار سے آج وہ نہایت متفنن جاہلیت میں لوٹ ہے، جہاں سے وہ گھبرا گھبرا کر دنیا کے منسومی نظاموں اور نظریات کا سہارا لیتی ہے اور اپنے

سائنس کی دنیا

دُنیا کی

سب سے بڑی لیبارٹری

ترجمہ و تالیف: سید منیا، احسن ندوی

نظام ہند کے موضوع پر اب تک بہت سی کتابیں لکھی جا چکی ہیں، لیکن ہر سال اس موضوع کے نئے نئے پہلو سامنے آتے ہیں جو سخت حیران کن ہونے کے ساتھ ساتھ اس موضوع کو ہمارے لئے پھر سے ایک نئی چیز بنا دیتے ہیں۔ جب ہم نظام ہند پر اور دوسرے کی غذا پر اس حیثیت سے غور کرتے ہیں کہ وہ ایک کیمیاوی سائنسی عمل ہے، اور یہ ایک قسم کا کچا مال، تو فوراً ہی یہ انکشاف بھی ہوتا ہے کہ یہ عجیب و غریب طریقہ کار ہے، جو خوردگی کے گوشت پوست کے سوا تقریباً ہر اس چیز کو سمیٹ کر کتا ہے جسے انسان کھا سکے۔

پہلا ہم اس لیبارٹری میں کچے مال کے طور پر طرح طرح کی غذا میں پھونچاتے ہیں، اور ایسا کرتے وقت لیبارٹری اور اس میں رائج نظام کی صلاحیت و طاقت کی ذرا بھی رعایت نہیں کی جاتی، چنانچہ ہم گوشت کو کھلا سیم گوبھی، گیسوں، چنا، تلی، مچھلی اور نہ جانے کیا کیا کھاتے ہیں، اوپر سے پانی پی کر اسے عمدہ تک پہنچنے میں مدد دیتے ہیں، اس کے بعد مشروبات کا دور چلا ہے جن میں مشہور چائے، اور کافی وغیرہ شامل ہیں۔ ہر چیز میں الگ الگ نمک لگے جڑا ہوتے ہیں، ٹھوس اور سیال اشیاء کے اس عجیب و غریب سیرکب کو ہمارا عمدہ اس طرح چیتا ہے کہ ہر چیز کی کوئی اجزا کے اعتبار سے الگ الگ ہو جاتی ہے پھر وہ ان کے ہر سے صرف نامزد اجزا کے لیتا ہے اور ان سے نئے نئے چیزیں اور ڈراموں کے تیار کر کے جسم انسانی کے مختلف اعضاء کے لئے غذا مہیا کرتا ہے۔ آلات ہند گندھک لوہا اور دوسرے ضروری مددنی اجزا کو محفوظ کر لیتے ہیں اور ہارمونوں کی تخلیق کی دیکھ بھال کے ساتھ وہ اس بات پر بھی توجہ سے نگاہ رکھتے ہیں کہ زندگی کے نشوونما میں کام آنے والی ساری چیزیں مقررہ مقدار میں ضرورت کے وقت موجود ہیں۔

یہی آلات جسم میں ضروری چکنائی اور آریے وقت (مثلاً سمت ٹھنڈک، حرارت، بیوک پیاس وغیرہ) پر کام آنے والی دوسرے احتیاطی اجزاء کا ذخیرہ کرتے ہیں اور یہ سب کام انسان کے اپنے علم و ارادے کے بغیر ہوتے رہتے ہیں، ہم خوردگی کے ذریعے شمار چیزیں اس کیمیاوی تجربہ گاہ میں سمیٹتے رہتے ہیں۔

سورہ کے تمام مراحل سے گذر کر جب یہ غذا میں از سر نو تیار ہو جاتی ہیں، اس کے بعد سے جسم میں پائے جانے والے کروڑوں اربوں خلیات کو ان کی سپلائی شروع ہو جاتی ہے اور سپلائی حیرت انگیز پائیدگی کے ساتھ برابر جاری رہتی ہے، کیا مجال کہ کسی ایک خلیے کو بھی اس کی مقررہ خوراک کے پہنچنے میں پل سیرکی دیر ہو یا خوراک میں ادنیٰ سی کمی ہو جائے اس طرح اگر کسی مخصوص خلیے کو کسی خاص قسم کے اجزاء درکار ہیں تو اس میں ادنیٰ سی تبدیلی یا اضافہ بھی قطعاً ناممکن ہے، واضح رہے کہ جسم انسانی میں پائے جانے والے خلیوں کی تعداد (لوہری سطح زمین پر موجود) انسان کی مجموعی تعداد سے بھی کہیں زیادہ ہے، اور یہی خلیے اندرونی عمل و درعمل کے بعد انسانی گوشت ہڈی بال آنکھ اور دانتوں کی شکل اختیار کرتے یا ان کی تقویت کا باعث بنتے ہیں۔

یہ وہ کیمیاوی کارخانے ہیں جن کی مصنوعات انسان کی ذہن کے بنائے ہوئے کارخانوں کی مصنوعات سے کہیں زیادہ اور قابل قدر ہیں، اور یہ نقل و حمل کا وہ شاندار نظام ہے جس سے بہتر اور زیادہ پائیدار نظام نقل و حمل سے انسانی دنیا آج تک ناواقف ہے اور قیامت تک ناواقف رہے گی، ان چیزوں سے نیکو ایک خاص نوعیت کا نظام میں ذرا بھی نقص پیدا نہیں ہو جاتا، باوجود اس کے کہ جن غذاؤں سے اس نظام کا سابقہ ہے یعنی اوقات غلام ان کی قسمیں اور جزئیات میں لاکھوں سے بھی تجاوز کر جاتی ہیں۔

عورت کا تنہا استعمال سے جب اس نظام میں خلل پڑنا شروع ہو جاتا ہے تب ہی ہمیں کمزوری اور خرابی کا تجربہ ہوا۔ (بقیہ مشا پر)

کوائف دارالعلوم

مولانا عبد الباقی صاحب ندوی

سابقہ اشاعتوں میں اطلاع دی جا چکی ہے، دارالعلوم کی جانب سے سفر اور مخلصین کی استفادہ کی اطلاع دی جا چکی ہے مولانا محمد باقر صاحب (سیف ندوۃ العلماء) بھی راجستھان کے دورہ پر گیا، اجاب کی غایتوں سے وہ سابقہ علاقوں کے علاوہ بھی بعض مقامات کا دورہ کر رہے ہیں، اجاب کی طرف سے پیدائی ہوئی امید ہے کہ مخلصین زیادہ سے زیادہ ساتھ فرمائیں۔ مولوی واجد علی صاحب، مدرسہ بنکال کے دورہ پر روانہ ہو چکے ہیں، بردوان، بھگل، مالہ، دیباچ پور، مرشد آباد کے اجاب سے التماس ہے کہ موصوف کے ساتھ قسم کا تھا و نہا نہیں۔

جناب منشی اظہر علی صاحب، جو پٹال، سیپور، راجستھان جھانسی، لکھنؤ کے دورہ پر گئے ہوئے ہیں، ان فقہانہ کے اجاب سے مکمل تعاون کی درخواست ہے۔ مولوی عبدالملک صاحب ندوی بہ گیا، راجستھان پلاٹوں کے دورہ پر ہیں، امید ہے کہ ان مقامات کے اجاب موصوف کے ساتھ تعاون فرما کر عند اللہ ماجور ہوں گے۔

ایک نیا اخبار

کہنوت سے ایک روزنامہ اخبار کا اجراء قارئین کے نام سے عمل میں آیا ہے، اخبار کو اپنی مجلس مشاورت کے زیر نگرین جناب ڈاکٹر فریدی صاحب کی کوششوں کا نتیجہ ہے اب تک اس اخبار کے ۵ شمارے منظر عام پر آچکے ہیں، امید ہے کہ یہ اخبار ہر حیثیت سے ملک و ملت کے لئے مفید ہوگا اور اس کے ذریعے مسلم مجلس مشاورت کی ترجمانی زیادہ بہتر اور وسیع طور پر ہو سکے گی، نیز اس سے وہ علماء بھی پر ہو سکے گا جو ملک کے مسلم پرسوں میں بہت دنوں سے محسوس کیا جا رہا تھا۔

اس اخبار کے چیف ایڈیٹر جناب شتیاق غازی ہیں

تعمیر حیا " تجارت کو منہ دینے میں اشتہار دے کر اپنی

چندہ - ۱۰
سکٹ روہینے
۳۰